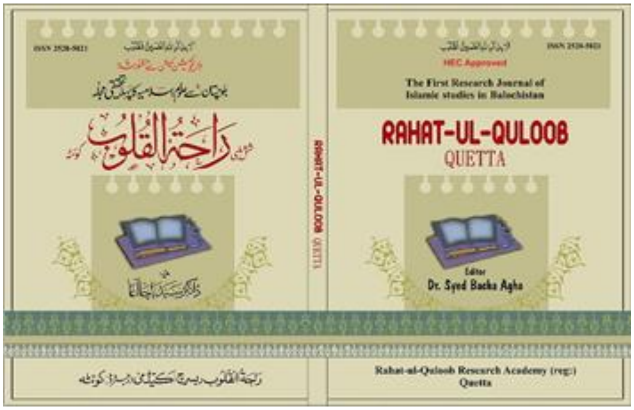

This work is licensed under a
Creative Commons Attribution
4.0 International License

RAHAT-UL-QULOOB
Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2025-5021. (E) 2521-2869
Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**
Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.
Website: www.rahatulquloob.com
Approved by Higher Education Commission Pakistan
Indexing: » Australian Islamic Library, IRI (AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index, Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

اقبال کا تصور اجتہاد مسائل جدیدہ اور اس کا نفاذ

Iqbal's Conception of Ijtihad and its implementation in Modern challenges

AUTHOR

1. Dr. Abdul Rauf Rafiqui, Director, Khan Shaheed Chair, Pakistan Study Center, University of Balochistan, Quetta, Pakistan.
   Email: abdulraufrafiqui@yahoo.com

How to Cite: Dr. Abdul Rauf Rafiqui. (2023). URDU: اقبال کا تصور اجتہاد مسائل جدیدہ اور اس کا نفاذ: Iqbal's Conception of Ijtihad, and its implementation in Modern challenges. *Rahat-Ul-Quloob*, *7*(2), 15-26. https://doi.org/10.51411/rahat.7.2.2023/446

http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/446
Vol. 7, No. 2 || July–December 2023 || URDU-Page. 15-26
Published online: 04-09-2023

اقبال کا تصور اجتہاد مسائل جدیدہ اور اس کا نفاذ

Iqbal's Conception of Ijtihad and its implementation in Modern challenges

عبد الرؤف رفیقی

ABSTRACT

The Ijtihad is one of dominant concept in Iqbal's creative thoughts and ideas. Iqbal described Ijtihad both in his poetry and his prose. Indeed, the main source of his concept is based on Quran and sunnah. Although, Iqbal visited east and west and studied world-wide eastern and western philosophy of socio religious thoughts and he came on this result that review in Islamic Fiqh is necessary without revival and reconstructions in religious thoughts, Islamic ummah cannot resist as we know that Iqbal himself was a reformist he wants to reformations in Islamic teachings and law. The biggest problem of our time is the indiscriminate racism that afflicts humanity. this is the intellectual, cultural, and religious conflict. Undoubtedly, wise men like Iqbal, on the basis of their understanding, foresight, study and experience realizing this main conflict of humanity. On the one hand, Iqbal examined the sciences of the East and the West carefully and first diagnosed their shortcomings and then pointed out the way to remove them, and then to emphasize its correctness by pointing out the shortcomings of the East-West style of society, the weaknesses of education and philosophy, the gap between spirituality and materialism, and so on. In this regard, Iqbal considers the solution to the Eastern tragedy as political as well as the inevitability of ijtihad in the Islamic constitution.

Keywords: Allama Iqbal, Ijtihad, philosophy, socio religious thoughts, Modern challenges.

دور جدید میں ہماری چھوٹی سی دنیا ایک عجیب و غریب فکری کشمکش سے دوچار ہے اور المیہ تو یہ ہے کہ یہ کشمکش مسلسل انسانی حیات اور حسن کائنات کی بربادی پر منتج ہوتا جارہا ہے۔ ایک طرف روایات کا امین، مشرق معنویت کی خمار میں جھوم رہا ہے تو دوسری طرف مغرب اپنی مادی قوت کی غرور میں اپنے آپ کو کائنات کا بلا شرکت غیر وارث تصور کرنے لگا ہے۔ ہم ایک ایسے دور میں جینے کی کوشش میں مصروف ہیں جس میں انسانی تاریخ کے باالعموم اور مشرقی تاریخ کے باالخصوص شاندار علمی اور ثقافتی مراکز بغداد، موصل، کوفہ وبصرہ، دمشق وحلب اور کابل و قندہار مغرب کی جہانگیری کے ہوس ناتمام کے بھینٹ چڑھ گئے ہیں۔ ایک طرف مشرق اپنی زبوں حالی پر نوحہ کناں ہے تو دوسری طرف معنوی افلاس سے دوچار مغرب انسانی کرامت اور شرف و وقار کو کماحقہ مقام دلانے سے قاصر رہا ہے۔ اقبال کو بہت پہلے اس عظیم فکری اور تہذیبی تصادم کے خطرے کا ادراک تھا اسی لیے کہ ان کو مشرق و مغرب کے مروجہ روایتی علوم میں انسانیت کی بقا کی امید انہیں موہوم نظر آرہی تھی جس کے نتیجے میں مشرق و مغرب اپنے اپنے مدار میں مخالف قطب میں جاری سفر سے ایک دوسرے سے دور ہوتے جارہے تھے، اس کرب ناک حالت کو اقبال نے یوں بیان کیا ہے:

پڑھ لیے میں نے علوم شرق و غرب روح میں باقی ہے اب تک درد و کرب[1]

یا ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

عذاب دانش حاضر سے باخبر ہوں میں کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیل[2]

عصر حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ بلا امتیاز رنگ و نسل جس سے انسانیت دوچار ہے یہی فکری، ثقافتی، تہذیبی اور مذہبی تصادم ہے۔ بلاشبہ اقبال جیسے دانائے راز نے اس وقت اپنی فہم و فراست، تدبر و تفکر اور مطالعے و تجربے کی بنیاد پر موجودہ تصادم کا ادراک کرتے ہوئے اس خونیں اور شب گزیدہ اندھیروں سے انسانیت کو نجات کا راستہ بتایا تھا۔ وہ یوں کہ ایک تو اقبال نے شرق و غرب کے علوم کو باریک بینی سے جانچ کر پہلے ان کی خامیوں کی تشخیص کی بعد ازآں ان خامیوں کو دور کرنے کا راستہ بتایا اور اس کے بعد مشرق و مغرب، کی طرز معاشرت کے نقائص، تعلیم و فلسفہ کی کمزوریوں، معنویت اور مادیت کے درمیان موجود خلیج اور دیگر امور کی نشاندہی کرکے اس کی درستگی پر زور دیا۔ اس سلسلے میں اقبال اور مغرب سے پہلو تہی کرتے ہوئے اپنے موضوع کی طرف آپ کا توجہ چاہتا ہوں جس کے مطابق اقبال مشرقی الیے کی نجات کا حل سیاسی کے ساتھ ساتھ آئین اسلامی میں اجتہاد کی ناگزیریت قرار دیتے ہیں۔

جس طرح اسلامی طرز معاشرت کے لئے اسلامی قانون سازی ناگزیر ہے عین ایسی طرح اسلامی قانون سازی کی نمود اور بقا کے لئے اجتہاد روح کی حیثیت رکھتا ہے جس طرح وقت کی مسلسل رفتار کے ساتھ ساتھ کائنات کے سینے سے نت نئے راز کھلتے رہتے ہیں، بالکل اسی طرح ان سے ہم آہنگی اور اسی رفتار سے اس کے ساتھ چلنے کے لئیے اجتہاد ہی اسلامی قانون سازی کو زندہ و تابندہ رکھنے کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

لغوی اعتبار سے اجتہاد انتہائی کوشش کرنے to exert کو کہتا ہے۔ اقبال اسلامی فقہ کی اصطلاح میں اجتہاد[3] it means to exert قرار دیتے ہیں یا بہ الفاظ دیگر کسی مسئلے میں اسلام کے حکم اور منشا کے دریافت کے انتہائی کوشش کا نام اجتہاد ہے۔

اقبال کے تصور کا اجتہاد کا ایک طویل پس منظر ہے اقبال کے کئی فکری منابع ہیں جن پر افکار اقبال کی عظمت استادہ ہیں۔ مشرق و مغرب کے علوم اور فلسفے کا دقیق مطالعہ اور خود اپنی گہری او عمیق مشاہدے کی بنیاد پر اقبال نے جو نتائج اخذ کیں ان کو بیان کرنے اور اس کے نتیجے میں مرتب کردہ پیغام کو دنیا تک پہنچانے کے لیے اقبال نے کوئی لمحہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اپنی ملت کی مسلسل پستی اور ناگفتہ بہ زبوں حالی پر مضطرب رہیں، امہ کو درپیش مسائل کے گرداب سے نہ صرف نکالنے بلکہ سربلندی اور عروج تک پہنچانے کیلئے راہیں تلاش کرتے رہیں، تب اس نتیجے پر پہنچے کہ امہ کیلئے اجتہاد ناگزیر ہے۔ اگرچہ عمومی طور پر اقبال شعر و سخن کے دروازے سے جہان تفکر میں داخل ہوئے تھے لیکن تدبر اور تفکر کی لذت آشنائی نے اقبال کی فکر کو رسائی اور سوچ کو بلندی عطا کی جن کی بنیاد پر وہ مفکر اور مجدد کہلانے لگے۔ مجتہد اور مجدد کے تصور کی بنیاد ابوداؤد (متوفی 275ھ ق) کی ایک مشہور حدیث قرار دی جاسکتی ہے: ان اللہ یبعث فی ھذہ الامتہ علی راس کل مئتہ سنتہ من یجد و لھا امر دینھا "یعنی اس امت میں ہر صدی کے شروع میں اللہ تعالی ایک شخص کو پیدا کیا کرے گا جو دین کی تجدید کرے گا"۔[4]

اجتہاد کی ناقابل تردید حقیقت کا ادراک کرتے ہوے مختلف ادوار میں کئی مسلم مفکرین اور دینی زعمانے وقتاً فوقتاً اپنے اپنے زماں و مکاں کے امکانات کے مطابق حصہ لیا۔ ان مجتہدین کی درجہ بندی بھی کئی بنیادوں پر کی گئی ہے مثلاً بعض لوگوں نے تصوف کی بنیاد پر مجتہدین کی

درجہ بندی کی جو زمانی ترتیب سے کچھ یوں ہے

پہلی صدی ہجری	عمر بن عبد العزیز	101ھ ق
دوسری صدی ہجری	امام شافعی بن محمد ادریس	204ھ ق
تیسری صدی ہجری	ابن سریج	306ھ ق
چوتھی صدی ہجری	امام باقلانی احمد بن طیب یا	403ھ ق
	امام اسفر آئینی احمد بن محمد	406ھ ق
پانچویں صدی ہجری	امام غزالی	505ھ ق
چھٹی صدی ہجری	امام فخر الدین رازی	606ھ ق
ساتویں صدی ہجری	ابن دقیق العید	702ھ ق
آٹھویں صدی ہجری	امام بلقینی سراج الدین	805ھ ق
نویں صدی ہجری	جلال الدین سیوطی	911ھ ق
دسویں صدی ہجری	شیخ احمد سرہندی	971ھ ق تا1034ھ ق[5]

جبکہ ایک اور مکتب فکر فقہ او علم کی بنیاد پر مجتہدین کی ذیل درجہ بندی کرتے ہیں

1	عمر بن عبد العزیز	61ھ ق تا101ھ ق
2	امام ابو حنیفہ	80ھ ق تا150ھ ق
3	امام مالک	95ھ ق تا170ھ ق
4	امام شافعی	150ھ ق تا240ھ ق
5	امام احمد بن حنبل	164ھ ق تا241ھ ق
6	امام غزالی	450ھ ق تا505ھ ق
7	امام ابن تیمیہ	661ھ ق728ھ ق
8	شیخ احمد سرہندی	975ھ ق تا1034ھ ق
9	شاہ ولی اللہ	1114ھ ق تا1176ھ ق
10	سید احمد بریلوی	1201ھ ق تا1246ھ ق
11	شاہ اسماعیل شہید	1193ھ ق تا1246ھ ق[6]

اس مکتب فکر کے پیروکاروں میں مولانا ابو الاعلیٰ مودودی بھی ایک ہے جنہوں نے مذکورہ بالا حدیث کی تاویل کچھ یوں دی ہے:

"حضور ﷺ نے جو خبر دی ہے اس کا مفہوم واضح یہ ہے کہ انشااللہ اسلامی تاریخ کی کوئی صدی ایسی لوگوں سے خالی نہ گزرے گی جو طوفان جاہلیت کے مقابلے میں اٹھیں گے اور اسلام کو اس کی اصل روح اور صورت میں از سر نو قائم کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ضروری نہیں کہ ایک صدی کا مجدد ایک ہی شخص ہو، ایک صدی میں متعدد اشخاص یا گروہ ہی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔یہ بھی ضروری نہیں کہ تمام دنیائے اسلام کے لیے ایک ہی مجدد ہو، ایک وقت میں بہت سے ملکوں میں بہت سے آدمی تجدید دین کے لیے سعی کرنے والے ہو سکتے ہیں۔یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ شخص جو اس سلسلے میں کوئی خدمت انجام دے مجدد کے خطاب سے نوازا جائے، یہ خطاب تو صرف ایسے اشخاص کو دیا جاتا ہے جنہوں نے تجدید دین کے لیے کوئی بہت بڑا اور نمایاں کارنامہ انجام دیا"۔[7]

مدتوں سے طاری گہری سکوت کے بعد اقبال نے بھی ایک انتہائی مجتہدانہ انداز سے تجدید اسلام کی خاطر کئی کارہائے نمایاں انجام دیں۔ "اقبال نے سب سے پہلے اپنے ہم وطن ہندی مسلمانوں کی حالت زار کا اندازہ لگایا۔۔ ان شکستہ دل لوگوں کی ڈھارس بندہائی ان کو روشن مستقبل کا مژدہ سنایا نظریہ خودی پیش کر کے حصول قوت اور سعی پیہم کا درس دیا، آزادی کو مقصود حیات بتایا فرد کو قوم سے وابستہ رہنے کی تلقین کی، وطن پرستی کی جگہ ایک عالمگیر اسلامی برادری کی تحریک کی حمایت کی، ایجاد و اختراع کی کوشش کو سراہا، مغربی تہذیب کی مادہ پرستی او مغربی تعلیم کے الحاد سے خبر دار کیا، سیاست میں مغربی قسم کی جمہوریت، اشتراکیت اور اشتمالیت کے خامیوں پر روشنی ڈالی اور انہیں بنی نوع انسان کے لیے تباہ کن قرار دیا۔۔ قرآن کے بغور مطالعے پر زور دیا، مسائل فقہ میں قیاس آرائی اور آزادی افکار کو ابلیس کی ایجاد ٹھرایا۔۔ اجتہاد پر زور دے کر اس جمود کو توڑنے کی تلقین کی جو اسلامی فکر پر صدیوں سے طاری ہے"۔[8]

اگرچہ اقبال کا عصر تقلید او اجتہاد کی کشمکش کا عصر تھا اسلامی امہ پر جمود طاری تھی اور اقبال نے بیانگ دہل کہا کہ زمانے کے جمود کے ساتھ سمجھوتے کے خلاف زمانے سے بنرد آزمایی بقا او دوام کا شرط ہے۔

حدیث بے خبر ان است کہ تو بازمانہ بساز　　اگر زمانہ باتو نہ سازد تو بازمانہ ستیز[9]

میارا بزم بر ساحل کہ آنجا　　نوائے زندگانی نرم خیز است

بدریا غلط و باموجش در آویز　　حیات جاودان اندر ستیز است[10]

"دریا کے ساحل پر بزم سجا کر نہ بیٹھو کیونکہ وہاں تو زندگی کے نغموں کی دھنیں بڑی دھیمی ہیں دریا میں کود جاو اور اس کی موجوں سے لڑو، تم دیکھو گے کہ جدوجہد میں ہی دائمی زندگی پوشیدہ ہیں"۔[11]

اقبال کے مشہور خطبہ الاجتہاد فی الاسلام سے بہت پہلے ان کی شاعری میں اجتہاد کی بازگشت سنائی دیتی ہے گویا علامہ کو بہت پہلے ہی عالم اسلام میں اجتہاد کے احساس کا درک ہوا تھا اس کا آغاز 1918ع میں رموز بیخودی کی اشاعت سے پہلے ہو چکا تھا چنانچہ رموز بیخودی میں اس حوالے سے ایک عنوان اور ان کے ذیل میں اشعار یوں ہیں۔

در معنی این کہ در زمانۂ انحطاط تقلید از اجتہاد اولی تر است

عہد حضر فتنہ ہا زیر سر است　　طبع ناپروائے او آفت گر است

بزم اقوام کہن برہم ازاو   شاخسارے زندگی بے نم ازاو
اجتہاد اندر زمان انحطاط   قوم را برہم ہمی پیچد بساط
زاجتہاد عالمان کم نظر   اقتدا بر رفتگان محفوظ تر[12]

فارسی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی علامہ کو اجتہاد کی فقدان کا گلہ ہے:

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند   اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام ہوا ے ساقی
شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی   رہ گئے صوفی وملا کے غلام اے ساقی
عشق کی تیغ جگر دار اڑا لی کس نے   علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی[13]

اقبال نے مشہور خطبہ الاجتہاد فی الاسلام کا آغاز اس نئے انکشاف سے کیا ہے کہ قدیم مذاہب کی بر خلاف از روئے اسلام کائنات ساکن نہیں اسی بات کو علامہ نے اپنے مشہور ساقی نامہ میں بھی بیان کیا ہے:

ٹھہر تا نہیں کاروان وجود   کہ ہر لحظہ تازہ ہے شان وجود[14]

جابجا اپنے اردو اور فارسی کلام کے ذریعے ملت خوابیدہ کو جھنجوڑتے رہتے ہیں اور ملت کا یہ حکیم امہ کو مسلسل اجتہاد کی اکسیر تجویز کرتے رہتے ہیں:

ہند میں حکمت دیں کہاں سے سیکھے   نہ کہیں لذت کردار نہ افکار عمیق
حلقہ شوق میں وہ جرت اندیشہ کہاں   آہ محکومی و تقلید وزوال تحقیق
خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں   ہوئے کس قدر فقیہان حرم بے توفیق[15]

علامہ اجتہاد کو ملت کی احیا اور بقا کیلئے از حد ضروری سمجھتے تھے: "ان کے نزدیک ملت اسلامیہ کی آزادی اور احیا کے لیے اولا سیاسی غلامی کی زنجیروں کو توڑنا ہو گا اور پھر نو آزاد مملکتوں کی تعمیر کیلئے انفرادی درجے کے اجتہاد کے بجائے اجتماعی اجتہاد کے ادارے قائم کرنا ہوں گے مستقبل کی نو آزاد مملکتوں کے لیے وہ اس اجتہاد کا وجود اور وجوب پارلیمنٹ کو قرار دیتے ہیں جسے ثقہ علمائے دیں کی رہنمائی میسر ہو"۔[16]

اقبال خطے میں اسلامی سلطنت کے ساتھ ساتھ پوری اسلامی دنیا میں ایک منظم اور نئی سوچ کو پروان چڑھتے دیکھ رہے تھے لہذا مستقبل میں اسلامی ریاستوں کی آئینی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے سب سے پہلے 13 دسمبر 1924 کو لاہور میں اپنا مشہور مقالہ الاجتہاد فی الاسلام پیش کیا تاکہ مسلم امہ کے اجتماعی اجتہادی ادارے اس سے مستفید ہو سکے اس مقالے کی اشاعت کے ساتھ ہی علامہ کو ایک بار پھر ان مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا جن سے اپنی مشہور مثنوی اسرار خودی کی اشاعت کے وقت دوچار ہوئے تھے دوسری طرف اقبال مسلسل اپنی موقف پر نہ صرف ڈھٹے رہیں بلکہ اس میں مزید اضافہ بھی کرتے رہیں: "جنوری 1929ع میں اقبال نے جو تین خطبات مدراس میں پیش کیے الاجتہاد فی الاسلام والا خطبہ ان میں شامل تھا اس کے بعد یہی خطبے بنگلور، میسور اور حیدر آباد دکن میں بھی اہل علم و دانش کے سامنے پیش کیے گئے بعد ازاں اقبال نے مزید تین علمی خطبات تیار کیں اور یوں یہ چھ خطبات 19 نومبر 1929 سے علی گڑھ یونیورسٹی کے اسٹریچی ہال میں پیش کیے گئے جہاں اس سے قبل وہ

1911ع میں اپنا خطبہ ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر کے عنوان سے پیش کر چکے تھے یہ خطبات 1930ع میں لاہور سے Six Lectures on the Reconstruction of Religious Thoughts in Islam کے نام سے کپور آرٹ پرنٹنگ پریس لاہور سے شائع ہوئے Is Religion Possible کے اضافے کے ساتھ یہ ساتوں خطبات The Re-construction of Religious Thought in Islam کے عنوان سے 1934ء میں آکسفورڈ سے شائع ہوئے 1924ع میں اقبال نے الاجتہاد فی الاسلام کے عنوان سے جو خطبہ لاہور میں پیش کیا ان اشاعتوں میں وہ خطبہ The Principle of Movement in the Structure of Islam کے عنوان سے شائع ہوا"۔[17]

اگرچہ اقبال نے اپنا مشہور خطبہ الاجتہاد فی الاسلام اجتہاد ہی پر تحریر فرمایا تھا لیکن اجتہاد کی بازگشت وقتاً فوقتاً ان کے دیگر مقالات او مکتوبات میں بھی سنائی دیتی رہی۔ "اگر افریقہ اور ایشیا کے موجودہ مسلمان دین کی تجدید کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ نئے زمانے کے حالات کا یہی تقاضا ہے ہمارے پاس اب بھی یقیناً کافی وقت ہے کہ ہم اسلام کی بنیادی تعلیمات کا بخوبی جائزہ لیں؛ پہلا خطبہ :اگر اسلام کی نشاۃ الثانیہ حقیقت ہے اور یہ میرا ایمان ہے کہ اسلام کا احیا ایک حقیقت ہے تو ہمیں بھی کسی نہ کسی دن ترکوں کی مانند اپنے ورثے کی قدر و قیمت کا از سر نو جائزہ لینا ہوگا" چھٹا خطبہ۔[18]

اقبال کے نظریہ اجتہاد اور جدید دور کے حوالے سے وقتاً فوقتاً خامہ فرسائیاں ہوتی رہی ہیں او مختلف دانشور اور محققین کے مختلف آرا آتے رہتے ہیں علامہ کے اس خطبے پر ابھی تک اعتراضات کا سلسلہ جاری ہے ان اعتراضات اور ان کے جوابات کا تفصیلی جائزہ ڈاکٹر جاوید اقبال نے ایک حد تک خطبات اقبال تسہیل و تفہیم میں پیش کیا ہے[19]۔ ان اعتراضات کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صدیوں سے جمود آشنا ذہن اتنی جلدی اپنی دائمی مال و متاع تن آسانی، سستی، کاہلی او جاہ طلبی کے برعکس حرکت، جہد اور اجتہاد کو کیونکر بہ آسانی قبول کریں۔ جبکہ علامہ کی اس کاوش کو علماے امہ کے ایک بہت بڑے حلقے نے داد و تحسین سے نوازا بقول ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: "دس پندرہ سال پہلے اقبال کے تصور اجتہاد پر بحث چلی تھی جس پر ہمارے بہت سے نامور علماے کرام، دانش وروں او صحافیوں نے بھی حصہ لیا تھا ایک بزرگ نے اقبال کو اس دور کا مجتہد بلکہ مجتہد مطلق قرار دیتے ہوئے بڑے شد و مد سے فرمایا تھا کہ اقبال اجتہاد اور تعبیر شریعت کا اختیار علما، فقہا اور اہل مذہب سے لے کر پارلیمنٹ کو منتقل کرنا چاہتے تھے یہ تجویز انہوں نے ترکی کی تقلید میں پیش کی تھی مگر ترکی میں کمال اتاترک نے جو اجتہادات کیں انھیں اقبال نے ناپسند کیا البتہ اقبال ایک حد تک اس بات کا قائل معلوم ہوتے ہیں کہ پارلیمنٹ کو اجتہاد کا حق سونپ دیا جائے"۔[20]

جبکہ دوسری طرف اقبال کی مجتہدانہ کاوشوں کو علمائے امہ کی ایک بڑی تعداد نے پذیرائی دی اور ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ان الفاظ میں اقبال کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں: "عالم اسلام نے اس سو سال میں جدید طبقے میں شاید ان سے بڑھ کر کوئی دیدہ ور پیدا نہیں کیا بلکہ وہ عصر حاضر کے مشرق کے سب سے بڑے مفکر فلسفی ہیں ہم دوسرے تمام مشرقی فضلا میں مغربی تہذیب پر اقبال کی طرح گہری نگاہ اور ان جیسا جرات مندانہ تنقیدی نقطہ نظر ڈھونڈنے سے بھی نہیں پا سکتے"۔[21]

مولانا سعید احمد اکبر آبادی علامہ کے تصور اجتہاد کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکا: "اس کی داد دینی چاہیے کہ ایک ایسے دور جمود و تعطل ذہنی میں جبکہ لوگ اجتہاد کا لفظ زبان سے نکالتے ہوئے ڈرتے تھے کہ کہیں ان پر آزاد خیالی کا لیبل نہ لگ جائے علامہ نے اپنی چشم بصیرت سے

آنے والے زمانے کو دیکھ لیا۔۔"[22]

سید نذیر نیازی نے اس خطبے کو ؛الاجتہاد فی الاسلام؛ قرار دیا ہے اور یہی خطبہ تشکیل جدید الہیات اسلامیہ کے چھٹے باب کے طور پر شائع ہوا ہے اس مقالے کا روح بقول اقبال یہ ہے کہ:"اجتہاد کی یہ آزادی کہ ہم اپنے شرعی قوانین کو فکر جدید کی روشنی اور تجربے کے مطابق از سر نو تعمیر کریں بہت ناگزیر ہے"۔[23]

علامہ نے بڑے عالمانہ انداز میں اس مقالے میں آغاز سے لیکر اصل مدعا تک پہنچنے کی کامیاب کوشش کی ہے آغاز میں اجتہاد کے مفہوم و معنی کو سمجھانے کی کوشش کی ہے:"لغوی اعتبار سے تو اجتہاد کے معنی کوشش کرنا لیکن فقہ اسلامی کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے وہ کوشش جو کسی قانونی مسئلے میں آزادانہ رائے قائم کرنے کے لیے کی جائے اور اس کی جیسا کہ میں سمجھتا ہوں شاید قرآن مجید کی آیت (اور وہ جو کوشش کرتے ہیں ہم اپنا راستہ دکھادیتے ہیں) پر ہے پھر حضور رسالت مآب ﷺ کی ایک حدیث سے اس کا مطلب اور زیادہ وضاحت کے ساتھ متعین ہو جاتا ہے چنانچہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کا عامل مقرر کیا تو فرمایا: معاملات کا فیصلہ کیسے کروگے؟ انہوں نے کہا کتاب اللہ کی مطابق، لیکن اگر کتاب اللہ نے تمہاری رہنمائی نہیں کی تو پھر؟ پھر اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق لیکن اگر سنت بھی ناکافی ٹھہری تو؟ اس پر حضرت معاذ نے کہا کہ تو پھر میں خود کوئی رائے قائم کرنے کی کوشش کروں گا"۔[24]

اقبال اجتہاد میں بھی اجتہاد کے قائل ہیں وہ یوں کہ اقبال اجتہاد کے روایتی تعریف کو مکمل طور پر تسلیم کرنے کے بجائے اجتہاد کی تعریف اسلام میں حرکت کے اصول کے طور پر قبول کرتے ہیں بقول ڈاکٹر محمد خالد مسعود:

Iqbal does not completely accept the conventional definition of ijtihad in his lecture. He rather defines ijtihad as a principle of movement in Islam [25]

اس خطبے میں اقبال نے مندرجہ ذیل امور پر روشنی ڈالی ہے: اسلام کی حرکی نظریہ حیات او تصور توحید کی اہمیت۔ اجتہاد کیوں لازمی ہے۔ اجتہاد کے فقدان کا پس منظر کیا ہے؟۔ تحریک وہابیت کی اہمیت۔ ترکی کے جدید مذہبی اور سیاسی نظریات کا مطالعہ، حلیم پاشا کی خدمات کا اعتراف اور ترکی شاعر ضیا کے خیالات پر تنقید و تبصرہ۔ اسلامی فقہ جامد نہیں تقلید کورانہ مستحسن عمل نہیں ے، اسلامی آیئن کے مختلف منابع کی ہیں؟ ملت اسلامیہ او قیادت عالم۔ مذہب اور فلسفے کا تقابلی مطالعہ۔[26]

اجتہاد کی تشکیل نو کے سلسلے میں اقبال مجتہدین کی درجہ بندی یوں کرتے ہیں: اولا مجتہد مطلق، ایسا مجتہد جو کسی مکتبہ فقہ کے دائرے میں قید رہ کر اجتہاد کرنا بالکل پسند نہیں کرتے وہ اجتہاد کرتے ہوئے ہر قسم کی فقہی حدبندیوں کو نظر انداز کرتا ہے یعنی امام ابو حنیفہ اور دوسرے فقہا کی طرح اجتہاد کرتا ہے۔ ثانیا مجتہد منتسب، ایسا مجتہد جو کسی خاص مکتبہ فقہ کے دائرے میں رہ کر اجتہاد کرتا ہے۔ ثالثا ایسا مجتہد ہوتا ہے جو مقلد بھی ہوتا ہیں اور نہیں بھی یعنی وہ آئمہ مذہب کے فیصلے کا پابند ہوتا ہے لیکن جس مسئلے کے متعلق آیمہ مذہب خاموش ہیں وہ صرف ان کے بارے میں اجتہاد کے ذریعے کوئی فیصلہ کرتا ہے۔[27]

اقبال چونکہ اگر زمانہ باتو نہ سازد تو بازمانہ ستیز؛ کے فلسفے کے قائل تھے اور ہمیشہ درجہ اول پر ایماں رکھنے والے تھے اسی بناپر یہاں

بھی اولیت کا معیار ان کا مطمح نظر رہا ہے اور انہوں نے اجتہاد مطلق پر زور دیا ہے بقول ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ: "علامہ اقبال اجتہاد کے درجہ اول یعنی اجتہاد مطلق کے داعی تھے ان دونوں اصطلاحوں کا استعمال وہ اپنے قلم سے خود کر رہے ہیں انہوں نے اپنے اجتہاد کے اصول خود وضع کیے ہیں اور بڑی تفصیل سے انہوں نے مآخذ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے جو بحث کی ہے وہ نہایت بصیرت افروز ہیں جس سے ان کے اجتہاد کے وضع کردہ قوانین وضوابط واضح ہوتے ہیں وہ انفرادی اجتہاد کے بھی قائل ہیں ان کے نزدیک عہد حاضر میں ملکی قوانین کی تقنین اور تشکیل کے لیے اجتماعی اجتہاد و تعبیر تو قانون ساز اسمبلی کا اختیار ہے لہذا ان کے رہنما اصول قواعد وضوابط کے مطابق معرض وجود میں آنے والا قانون ساز ادارہ اجتہاد مطلق کا اختیار رکھتا ہے"۔[28]

اسی مقالے ہی میں اقبال نے اپنے آپ کو راہ اجتہاد مطلق کا راہی ثابت کیا ہے مثلاً سنی فقہ کے مطابق مسند خلافت پر زیادہ افراد کے بجائے فرد واحد براجمان ہو سکتا ہے جبکہ اس کے برعکس ترکوں کے خیال میں اسلامی تعلیمات کے مطابق خلافت منتخبہ اسمبلی یا بہت سے افراد کو تفویض ہونی چاہیے اور اقبال ترکوں کے ہم خیال پائے گئے اور اسی مقالے میں لکھتے ہیں: "جہاں تک مسئلہ خلافت کا تعلق ہے مجلس ملیہ ترکی نے اپنا حق اجتہاد کس طرح استعمال کیا سنی نقطۂ نظر سے خلیفہ یا امام کا منصب چونکہ ایک امر واجب ہے لہذا اس سلسلے میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منصب خلافت کیا کسی فرد واحد کا حق ہے؟ ترکوں کا اجتہاد یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روح سے تو اس منصب کو افراد کی ایک جماعت بلکہ منتخب شدہ جماعت کے ذمے بھی کیا جا سکتا ہے اب جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے ہندوستان اور مصر کے علما نے اس سلسلے میں ابھی تک کوئی رائے ظاہر نہیں کی اپنے ذاتی حیثیت سے البتہ میرا خیال ہے کہ ترکوں کا یہ نکتہ نظر سراسر درست ہے اتنا درست کہ اس کی تائید میں کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہی اس لئے کہ ایک تو جمہوری طرز حکومت اسلام کی روح کے عین مطابق ہے ثانیاً اگر ان قوتوں کا بھی لحاظ رکھا جائے جو اس وقت عالم اسلام میں کام کر رہی ہیں تو یہ طرز حکومت اور بھی ناگزیر ہو جاتا ہے"۔[29]

اقبال کا ایمان ہے کہ اجتہادی قوتوں کو تب کامرانی کا جادہ نصیب ہو گا جب وہ قرآن کو آہین کے طور پر اپنائیں گے جن طبقات کا یہ خیال ہے کہ قرآن کو بطور آئین اپنانا چودہ سو سال پیچھے کے زمانے میں لوٹ جانے کے مترادف ہے علامہ نے بڑے مدلل انداز سے ان لوگوں کی فکری قبلہ درست کرنے کی کوشش کی ہے۔ "اس سلسلے میں غور طلب امر قرآن مجید کا وہ مطمح نظر ہے جو اس نے ساری زندگی کے بارے میں قائم کیا اور جس میں اس کی نگاہیں جمود کی بجائے حرکت پر ہیں لہذا ظاہر ہے کہ جس کتاب کا مطمح نظر ایسا ہو گا اس کی روش ارتقا کے خلاف کیسے ہو سکتی ہے؟ البتہ ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ زندگی محض تغیر ہی نہیں ہے اس میں حفظ و ثبات کا عنصر بھی موجود ہے بات اصل میں یہ ہے کہ انسان جب اپنی تخلیقی فعالیت سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے نئے نئے جلووں کا مشاہدہ کرتا ہے تو اپنے انکشافات سے آپ ہی بے چین ہو جاتا ہے لہذا اس ہر لحہ آگے ہی آگے بڑھنے والی حرکات میں وہ اپنے ماضی کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ زندگی چونکہ ماضی کا بوجھ اٹھائے آگے بڑھتی ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ جماعت میں تغیر و تبدل کا جو نقشہ ہم نے قائم کیا ہے اس میں قدامت پسند قوتوں کی قدر و قیمت اور وظائف کو فراموش نہ کریں تعلیمات قرآنی کا یہی وہ جامعیت ہے جس کا لحاظ رکھتے ہوئے جدید عقلیت کو اپنے ادارات کا جائزہ لینا ہو گا"۔[30]

دیگر علمی زعما کی طرح پروفیسر عبدالجبار شاکر نے بھی علامہ کے معروف خطبہ The Principle of Movement in the

Structure of Islam کا اردو میں اسلام کی تشکیل میں اصول حرکت المعروف بہ الاجتہاد فی الاسلام کے نام سے کیا بلکہ اس کے حواشی اور تعلیقات بھی لکھ کر شائع کرایا۔[31]

پروفیسر عبدالجبار شاکر نے دور حاضر میں اجتہاد کے امکانات وشرائط اور اقبال کے عنوان سے ایک مربوط مقالہ بھی تحریر کیا ہے اجتہاد کے حوالے سے علامہ کے فکر وپیام کا جائزہ لیا ہے اور دنیا کو درپیش جدید ترین مسائل کا فہرست بھی پیش کیا ہے جو عرصے سے زعما وعلماے امہ سے اجتہاد کا متقاضی ہے ذرا ملاحظہ ہو بعض مسائل جدیدہ کی تفصیل: "الاجتہاد فی الاسلام کے موضوع پر اقبال کے ان خیالات کا مطالعہ کرتے ہوئے ان کی مجتہدانہ بصیرت، فقہی شعور، قانونی فراست اور مستقبل شناسی کا اندازہ کرنا مشکل نہیں مگر علمائے دین کے ذہنوں پر طاری تدخل فی دین کا خوف، خانقاہوں کی رہبانیت اور سلاطین وملوک کی حریصانہ تمناؤں کا سنگی حصار ابھی تک اجتماعی اجتہاد کے راستے کا سنگ گراں بنا ہوا ہے عصر حاضر میں سائنسی انکشافات، تکنیکی ایجادات، طبی مشاہدات، مہندسانہ اختراعات اور مشینی مصنوعات نے صرف ایک جہان نو کی تعمیر ہی نہیں کی بلکہ انسان معاشرے اور ریاست کے مزاج کو بھی تبدیل کر دیا ہے سماجیات، بشریات اور عمرانیات میں نئے نئے تصورات پیدا ہو گئے ہیں بین الاقوامی تعلقات اور معائدات نے قوانین وضوابط کے سانچے تبدیل کر دیے ہیں جدید نظم معیشت نے بیع وشرا کے پیمانے تبدیل کر دیے ہیں زر خالص کے بجائے زر اعتباری نے اپنا رسوخ حاصل کر لیا ہے بلکہ بڑے بڑے تجارتی سودے انٹرنٹ کے ذریعے سے طے ہو رہے ہیں جس کے باعث Cyber Crimes کے رجحانات سر اٹھا رہے ہیں معاشیات کی دنیا میں غیر سودی بینکاری مسلم دنیا کے لیے سب سے بڑا چیلنج بنی ہوئی ہے انشورنس اور تکافل ایک فلاحی معاشرے اور معیشت کا ناگزیر تقاضا بن چکے ہیں اشیا کے بجائے حصص کی تجارت ہو رہی ہے قرضوں کی اشارہ بندی مسلم معیشت کے لیے نئے سوالات کو جنم دے رہی ہے جیب میں بھاری رقوم لیے پھرنے کے بجائے کریڈٹ کارڈ کی خوگر ہو رہی ہے نقد اور ادھار کی مارکیٹ نے ایک نئی کتاب البیع مرتب کر دی ہے دارالاسلام، دارالحرب اور دارالعہد کے حوالے سے نئے ضوابط کی ضرورت پیش آرہی ہے طب کی دنیا میں Mercy Killing ، خون کی منتقلی، اعضا کی پیوندکاری، آنکھوں کے عطیات، فیملی پلاننگ، کلوننگ، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، ضبط ولادت کی مختلف صورتیں، پلاسٹک سرجری، ایڈز سے متعلق مسائل اور بہت سے دوسرے طبی موضوعات کا ہمیں سامنا ہے معاشرتی زندگی میں عورتوں کے حقوق، شرعی طلاق کی نوعیت، ٹیلی فون پر نکاح وطلاق، نومسلم بیوی اور غیر مسلم خاوند یا نومسلم خاوند اور غیر مسلم بیوی کی نوعیت، دیت اور شہادت اور سماجی زندگی سے وابستہ متنوع مسائل درپیش ہیں اسلامی ریاستوں میں رویت ہلال، فضائی سفر میں نماز کی ادائیگی اور روزے کا دورانیہ، ذرائع ابلاغ میں تصویر کا مسئلہ، دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت، اسلامی کلینڈر، مشینی ذبیحہ، انتہا پسندی، اور خودکش حملوں کے جواز جیسے اہم مسائل پر توجہ کی ضرورت ہے اسلامی ریاست میں طرز حکومت، شورائیت، طرز انتخاب، عدالتی نظام، احتساب کے ادارے، ریاستی اداروں کے باہمی تعلقات اور حدود، آہینی مسائل، غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق، خاتون کی حکمرانی، عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ کی خودمختاری، بنیادی حقوق، نفس جمہوریت، جاگیرداری، ارتکاز دولت، نفع کی حدود کا تعین، کارخانے کے منافع میں کارکنوں کا حصہ، ٹیکسیشن اور زکواۃ وعشر جیسے موضوعات پر ہمیں غور کرنا ہے بین الاقوامی تعلقات میں معاہدات کے اصول، قانون بین الممالک کے اصول وضوابط، فقہ الاقلیات، اشیا وخدمات کے تبادلے کے اصول، عالمی اداروں کی ہیت اور ساخت میں مسلمانوں کی شرکت اور قوت، جنگ

اور امن کے حالات میں ضوابط، بین المذہبی مکالمے کے آداب و رسوم، مذاہب و ادیان کے اکابر کا احترام، مذہبی شعائر اور معابد کی حرمت اور بہت سے دوسرے پیش آمدہ مسائل کا جائزہ لینے کی ضرورت ہیں۔ اگر آپ امت مسلمہ کے مذکورہ بالا اجمالی موضوعات کی فہرست کو پیش نظر رکھیں تو آپ کا ذہن خود بخود اس امر کا فیصلہ کرے گا کہ ان سب امور کے لیے ایک اجتماعی اجتہاد کی ضرورت ہے "[32]

میں اس مختصر سے مقالے کا اختتام علامہ کی آرزو بھری اشعار سے کرتا ہو جس میں گریہ بھی ہے زاری بھی، مستی بھی ہے التجا بھی اور بادی النظر میں اپنے اجتہادی افکار کی بدولت پروردگار سے سوے ہوئے ملت کی بیداری کا خواستگار ہے کہ: اے خدا تونے میری گریہ وزاری میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے اب میری صدا سے ملت اسلامیہ میں جو ایک ہزار سال سے خاک کا ڈھیر بن چکی ہے نئی زندگی پیدا کر دے، میرے سانسوں کے ذریعے اس غمگین کلی کے دل کی گرہ کھول دے اور میرے سانس کی نسیم سے باغ ملت کے گل لالہ کے دل کے داغ کو پھر تازہ کر دے۔[33]

اے کہ ز من فزودہ گرمئ آہ و نالہ را زندہ کن از صدائے من خاک ہزار سالہ را
غنچہ دل گرفتہ را از نفسم گرہ کشای تازہ کن از نسیم من داغ درون لالہ را
خواجہ من نگاہ دار آبروے گداے خویش آنکہ ز جوے دیگراں پر نکند پیالہ را[34]

حوالہ جات

1 اقبال، بال جبریل مشمولہ کلیات اقبال اردو اقبال اکادمی پاکستان لاہور، اشاعت سوم 2000ء، ص 463

2 ایضا، ص 391

3 The Reconstruction, Iqbal Academy of Pakistan 1977, p.117

4 فاروقی برھان احمد ڈاکٹر، نظریہ توحید حاشیہ، پنجاب پریس لاہور، 1968ء، ص 12

5 ایضا بحوالہ عون المعبود فی شرح ابی داوٗد، ج4، ص 181

6 مودودی ابو الاعلی سید، تجدید و احیاے دین، پاکستان پرنٹنگ ورکس لاہور، اشاعت ششم مارچ 1955ء، ص 44

7 ایضا ص 44

8 بخاری سہیل ڈاکٹر، اقبال مجدد عصر، اقبال اکادمی پاکستان، 1990ء، ص 151-152

9 بال جبریل، ص 354

10 اقبال، پیام مشرق مشمولہ کلیات اقبال فارسی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، اشاعت ششم فروری 1990ء، ص 215

11 غلام صابر، اقبال شاعر فردا، اقبال اکادمی پاکستان طبع سوم 2006ء، ص 122

12 اقبال، رموز بیخودی مشمولہ کلیات اقبال فارسی شیخ غلام علی اینڈ سنز اشاعت ششم فروری 1990ء، ص 124-125

13 بال جبریل، ص 351

[14] بال جبریل، ص454

[15] اقبال، ضرب کلیم، مشمولہ کلیات اقبال اردو اقبال اکادمی پاکستان لاہور، اشاعت سوم 2000ء، ص534

[16] شاکر عبدالجبار پروفیسر، دور حاضر میں اجتہاد کے امکانات و شرائط اور اقبال، جریدہ، دعوۃ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، نومبر-دسمبر 2007ء، ص7

[17] ایضاص 8-9

[18] محمد شریف بقا، موضوعات خطبات اقبال، ترجمہ و تشریح، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، 2007ء، ص9

[19] جاوید اقبال ڈاکٹر، خطبات اقبال تسہیل و تفہیم، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، 2008ء، ص195-212

[20] ہاشمی رفیع الدین ڈاکٹر، اقبال سوانح اور افکار، پبلشنگ ہاوس یونیورسٹی آف منیجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور، 2016ء، ص132

[21] ندوی ابوالحسن علی سید مولانا، نقش اقبال، مترجم شمس تبریز خان مشہور پریس کراچی طبع سوم 1973ء، ص71

[22] اکبر آبادی سعید احمد، خطبات اقبال پر ایک نظر، اقبال اکادمی پاکستان لاہور طبع ثانی 1989ء، ص65

[23] وحید عشرت ڈاکٹر، تجدید فکریات اسلام علامہ اقبال کے انگریزی خطبات کا اردو ترجمہ، اقبال اکادمی پاکستان، 2002ء، ص178

[24] نیازی نذیر سید مترجم، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، بزم اقبال لاہور، 1983ء، ص228

[25] Iqbal Review Iqbal Academy Lahore, Oct 1978, p.2

[26] بقا محمد شریف، خطبات اقبال ایک جائزہ، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، 1991ء، ص112

[27] امتیاز حسین، اقبال کا خطبہ الاجتہاد فی الاسلام-ایک مطالعہ، اقبال سہ ماہہ علمی و تحقیقی مجلہ، بزم اقبال لاہور، جنوری تا دسمبر 2009ء، ص75

[28] گورایہ محمد یوسف، اقبال اور اجتہاد، فیروز سنز لاہور، 1989ء، ص29

[29] تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ص242-243

[30] ایضا، ص242-243

[31] شاکر عبدالجبار پروفیسر، مترجم، اسلام کی تشکیل میں اصول حرکت المعروف بہ الاجتہاد فی الاسلام، مطبوعہ جریدہ دعوۃ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد نومبر 2008ء تا اپریل 2009ء، ص59-103

[32] ایضا، دور حاضر میں اجتہاد کے امکانات و شرائط اور اقبال، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد نومبر-دسمبر 2007ء، ص11-12

[33] غلام صابر اقبال شاعر فردا اقبال اکادمی پاکستان طبع سوم 2006ء، ص135

[34] اقبال، زبور عجم، مشمولہ کلیات اقبال فارسی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، اشاعت ششم، فروری 1990ء، ص399